خطبہ جمعہ

سچا مذہب وہی ہے جو بذریعہ زندہ نشانوں کے یقین کی راہ دکھلاتا ہے

آنحضرت ﷺ کی مہرِ نبوت آج تک اسی طرح کام کر رہی ہے جس طرح یہ پہلے کیا کرتی تھی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایده الله تعالیٰ بنصره العزیز۔
فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء بمطابق یکم اخاء ۱۳۷۸ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾۔(الانفال:۳)

مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔

اسی توکل کے موضوع پر چند احادیث نبوی کا انتخاب کیا ہے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات پیش کروں گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم غار میں تھے تو میں نے مشرکین کے قدموں کی طرف دیکھا جبکہ وہ ہمارے سروں پر آپہنچے تھے۔ اس وقت میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر ان میں کوئی اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ اس پر آپ نے فرمایا "اے ابو بکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے"۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب)

کیسا پیارا جواب ہے اور اس جواب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کر لیا اور شیعوں کے خلاف سب سے بڑی پختہ دلیل یہی ملتی ہے۔ اس سے بڑھ کر پختہ دلیل نہیں ہو سکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کے متعلق کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رات کے وقت آنحضرت ﷺ کی حفاظت کی غرض سے پہرہ لگا کرتا تھا۔ حضور پر جب وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کی وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے برے ارادوں سے تمہیں محفوظ رکھے گا تو حضور ﷺ نے اس رات خیمہ سے باہر جھانکا تو فرمایا کہ اب تم لوگ جا سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود میری حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

(ترمذی ابواب التفسیر سورة المائدہ)

یہ بھی توکل کی انتہا ہے۔ ہر طرف دشمنی تھی، ہر طرف خطرہ تھا لیکن اس کے بعد کامل توکل سے کام لیا اور صرف اللہ ہی کی حفاظت پر بنا فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک جنگی مہم پر نجد کی طرف گئے۔ جب حضور صحابہ کے ساتھ واپس آئے تو وہ بھی حضور کے ساتھ واپس لوٹے۔ قافلہ ایک روز دوپہر کو ایک ایسی وادی میں پہنچا جہاں بہت سے کانٹے دار درخت تھے۔ آپ نے وہیں پڑاؤ فرمایا اور لوگ بکھر کر مختلف درختوں کے سائے میں آرام کے لئے چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے آرام کے لئے چلے گئے اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی۔ یہ وہی توکل کا مضمون چل رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تیری حفاظت کروں گا تو اس کے بعد ایک لمحہ بھی آپ نے کسی اور کی مدد پر بھروسہ نہیں فرمایا اور قافلہ سارا پھیلا ہوا تھا، ایک درخت کے نیچے جا کے آپؐ لیٹ گئے اور اپنی تلوار بھی وہاں لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے۔ اچانک کیا سنتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہمیں بلا رہے ہیں اور کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک اعرابی کھڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس نے سوتے میں مجھ پر میری تلوار سونت لی تھی اور جب میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں لہرا رہی تھی۔ یہ کہنے لگا کہ تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ میں نے تین بار کہا اللہ، اللہ، اللہ۔ جب آنحضور ﷺ نے اللہ، اللہ فرمایا تو کانپ کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر نیچے گر گئی۔

ایک اور روایت میں جابرؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع میں ہم حضور کے ساتھ تھے۔ ایک دن ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچے۔ ہم نے آنحضرت ﷺ کے آرام کے لئے اس کو منتخب کیا۔ اچانک ایک مشرک وہاں آپہنچا۔ یہ وہی واقعہ ایک اور روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے۔ جب آپ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی اس نے تلوار سونت لی اور کہنے لگا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو یا نہیں۔ حضورؐ نے اسے جواب دیا 'نہیں'۔ اس نے پھر کہا مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ!۔ اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی تو حضورؐ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر کہنے لگا کہ آپ در گزر فرمادیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تُو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ تھا بھی پکا مشرک۔ جب یہ حضور نے فرمایا اس نے جواب دیا 'نہیں میں گواہی نہیں دیتا لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی لڑائی نہیں کروں گا اور نہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہونگا جو آپ سے لڑتے ہیں'۔

اس حدیث میں بہت گہرا سبق یہ ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ وہ موقع تھا کہ جب اس نے انکار کر دیا کہ میں آپ کو اللہ کا رسول نہیں مانتا تو تلوار سے اس کی گردن کاٹنی چاہئے تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صرف اس کے یہ کہنے پر کہ میں آپ سے لڑائی نہیں کروں گا اس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا اور ان سے کہنے لگا کہ میں تمہارے ہاں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سے سب سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوة ذات الرقاع)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب کسی مجلس سے اٹھتے تو اپنے صحابہ کے لئے دعا کرتے کہ اے میرے اللہ تُو ہمیں ایسا خوف عطا کر جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے۔ اور ہمیں اپنی ایسی اطاعت عطا کر جس کی وجہ سے تُو ہمیں جنت میں پہنچا دے۔ اور ایسا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب تُو ہم پر آسان کر دے"۔

عظیم توکّل ہے اور عجیب انکساری ہے۔ یہ نہیں فرمایا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب آسان ہو جائیں۔ فرمایا ایسا یقین بخش کہ جس کی وجہ سے دنیا کے مصائب **تُو** ہم پر آسان کر دے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک بات میں عرفان کی اتنی گہرائی ہے کہ انسان اس میں ڈوب کر حیران رہ جاتا ہے۔

'اے میرے اللہ ہمیں اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنی طاقتوں سے زندگی بھر صحیح صحیح فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور ہمیں اس بھلائی کا وارث بنا۔ اور جو ہم پر ظلم کرے اس سے تُو ہمارا انتقام لے۔ اور جو ہم سے دشمنی رکھتا ہے اس کے برخلاف ہماری مدد فرما۔ ہمارے دین کے بارے میں ہمیں کسی ابتلا میں نہ ڈال اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا غم اور فکر نہ بنا اور دنیا میں ہمارا مبلغ علم نہ ہو'۔ یعنی ہمارے علم کی پہنچ صرف دنیا تک ہی محدود نہ ہو۔ 'اور ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرتا ہو۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب فی جامع الدعوات)۔

آج کل خصوصیت کے ساتھ جماعت کو پاکستان کے حالات کے پیش نظر اس دعا پر بہت زور دینا چاہئے کہ اے ہمارے رب تجھ پر ہی توکل ہے ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ فرما جو بندوں پر رحم نہ کرتا ہو۔

حضرت معاذ بن رفاعة نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ممبر پر چڑھے

اور پھر بے اختیار رو دیئے اور فرمایا کہ آنحضور ﷺ پہلے سال جب ممبر پر چڑھے تو رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت طلب کرو کیونکہ یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی خیر نہیں ہے جو کسی کو مل سکتی ہے"۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء النبی ﷺ)۔

یقین کامل ہو تو عافیت لازماً عطا ہوتی ہے۔

اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات اسی توکّل کے ضمن میں بیان کرتا ہوں۔ "دنیا میں سچا مذہب وہی ہے جو بذریعہ زندہ نشانوں کے یقین کی راہ دکھلاتا ہے۔ باقی لوگ اسی زندگی میں دوزخ میں گرے ہوئے ہیں۔ بھلا بتلاؤ کہ ظن بھی کچھ چیز ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ شاید یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ یاد رکھو کہ گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ فرشتوں کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ دنیا کی بے جا عیاشیوں کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارق عادت کشش سے کھینچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں"۔

یہاں زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانے سے مراد یہ رفع نہیں ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ زمین کو چھوڑ کر زندہ آسمان پر چڑھ گئے۔ مراد یہ ہے کہ روحانی ترقی اور روحانی رفع ہو ہی نہیں سکتا جب تک یقین کامل نہ ہو۔

"خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسے ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پرواہ ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں"۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۶۹، ۴۷۰۔ مطبوعہ لندن)

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے نوٹس پر مشتمل کاغذات کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

آج تو میں نے ان کو مضمون کہا تھا کہ اتنا دیں کہ گھنٹے کے قریب پورا ہو جائے لیکن یہ تو دیکھتے دیکھتے گزر گیا تھوڑا سارہ گیا باقی، جتنا بھی ہو۔

فرماتے ہیں: "یاد رکھو یقین بڑی چیز ہے۔ جو شخص یقین میں کامل ہوتا ہے خدا تعالیٰ خود اس کی دستگیری کرتا ہے۔ (ملفوظات جلد اول، طبع جدید صفحہ ۴۴۴)

اب یہ دستگیری شرط بتائی ہے یقین کی۔ وہ لوگ جو یقین کرتے ہیں اور پھر خیال کرتے ہیں کہ ہمیں کامل یقین ہے اور دستگیری کے لئے دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ان کی دستگیری خدا نہیں کرتا۔ اس کا مطلب ہے یقین نہیں ہے۔ اگر خدا ان کی دستگیری کرتا تو کبھی بھی وہ دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

پھر حضورؑ فرماتے ہیں: "تین روحانی مراتب کی حالتیں ہیں جن میں سے پہلی حالت علم الیقین کے نام سے موسوم ہے اور دوسری حالت عین الیقین کے نام سے نامزد ہے اور تیسری مبارک اور کامل حالت حق الیقین کہلاتی ہے۔ اور انسانی معرفت کامل نہیں ہو سکتی اور نہ کدورتوں سے پاک ہو سکتی ہے جب تک حق الیقین تک نہیں پہنچتی کیونکہ حق الیقین کی حالت صرف مشاہدات پر موقوف نہیں بلکہ یہ بطور حال کے انسان کے دل پر وارد ہو جاتی ہے اور انسان محبت الٰہی کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑ کر نفسانی وجود سے بالکل نیست ہو جاتا ہے"۔

یہ حق الیقین کوئی دیکھنے سے تعلق رکھنے والی بات نہیں ہے جیسے دھواں اٹھتا دیکھو تو معلوم کر لو کہ شاید آگ جل رہی ہو گی بلکہ آگ میں پڑ جانا یعنی محبت الٰہی کی آگ میں فنا ہونے ہی کا نام حق الیقین ہے۔

"اپنے نفسانی وجود سے بالکل نیست ہو جاتا ہے اور اس مرتبہ پر انسانی معرفت پہنچ کر قال سے حال کی طرف انتقال کرتی ہے اور سفلی زندگی بالکل جل کر خاک ہو جاتی ہے اور ایسا انسان خدا تعالیٰ کی گود میں بیٹھ جاتا ہے جیسا کہ ایک لوہا آگ میں پڑ کر بالکل آگ کے رنگ میں آ جاتا ہے اور آگ کی صفات اس سے ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں ایسے ہی اس درجہ کا آدمی صفات الٰہیہ سے ظلی طور پر متصف ہو جاتا ہے اور اس قدر طبعاً مرضات الٰہیہ میں فنا ہو جاتا ہے کہ خدا میں ہو کر بولتا ہے اور خدا میں ہو کر دیکھتا ہے اور خدا میں ہو کر سنتا ہے اور خدا میں ہو کر چلتا ہے گویا اس کے جبّہ میں خدا ہی ہوتا ہے اور انسانیت اس کی تجلیات الٰہیہ کے نیچے مغلوب ہو جاتی ہے"۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۴، ۲۵ مطبوعہ لندن)۔

یہ کامل حالت آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس کی پیروی کی توفیق حضرت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اب تک حضور ہی کی راجدھانی چل رہی ہے اس لئے یہ کمال ختم نبوت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مہر نبوت آج تک اسی طرح کام کر رہی ہے جس طرح پہلے کیا کرتی تھی۔ اگر یہ مہر نہ لگتی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی نبی نہیں بن سکتے تھے۔

"اگرچہ انسان کو بشریت کے تقاضا سے اضطراب ہوتا ہے مگر وہ خاصۂ بشریت ہے اور سب انبیاء بھی اس میں شریک ہیں جیسے کہ جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اضطراب ہوا تھا۔ مگر عام لوگوں میں اور انبیاء میں یہ فرق ہے کہ عام لوگوں کی طرح انبیاء کے اضطراب میں یاس کبھی نہیں ہوتی"۔ اس وقت جو اضطراب کی کیفیت تھی اس میں مایوسی کا سوال تک نہیں تھا۔ "ان کو اس امر پر پورا یقین ہوتا ہے کہ خدا ضائع کبھی نہیں کرے گا۔ میرا یہ حال ہے کہ اگر مجھے جلتی آگ میں بھی ڈالا جاوے تو بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ضائع نہ ہوں گا۔ اضطراب تو ہو گا کہ آگ ہے اس سے انسان جل جاتا ہے مگر امید ہوتی ہے کہ ابھی آواز آئے گی یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ "۔ اے آگ ٹھنڈی پڑ جا اور سلامتی کا باعث بن جا ابراہیم پر۔ "لیکن دوسرے لوگوں کے اضطراب میں یاس ہوتا ہے خدا پر انکو توقع نہیں ہوتی اور یہ کفر ہے"۔

(ملفوظات جلد سوم، طبع جدید، حاشیہ، صفحہ ۱۳۳)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "ہم کو تو خدا پر اتنا بھروسہ ہے کہ ہم تو اپنے لئے دعا بھی نہیں کرتے کیونکہ وہ ہمارے حال کو خوب جانتا ہے"۔

یہ بھی ایک بہت ہی عظیم حالت ہے عرفان کی۔ حضرت موسیٰؑ نے جس طرح عرض کیا تھا رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ اس نے کوئی خیر مانگی نہیں تھی کہ مجھے فلاں چیز عطا کر دے۔ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ میں تو فقیر بیٹھا ہوں جو تُو بہتر سمجھتا ہے وہی مجھے عطا کر اور اس دعا کے ذریعہ سے آپ کو سب کچھ مل گیا۔

"حضرت ابراہیمؑ کو جب کفار نے آگ میں ڈالا تو فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا بَلٰی وَلٰکِنْ اِلَیْکُمْ لَا۔ ہاں حاجت تو ہے مگر تمہارے سامنے پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ فرشتوں نے کہا اچھا خدا تعالیٰ کے ہی آگے دعا کرو تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا عِلْمُهٗ مِنْ حَالِیْ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ وہ میرے حال سے ایسا واقف ہے کہ مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں"۔

(ملفوظات جلد اول، طبع جدید، صفحہ ۴۴۴، ۴۴۵)

پھر فرماتے ہیں: "میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں جیسے سخت حبس ہوتا ہے اور گرمی کمال شدت کو پہنچ جاتی ہے تو لوگ وثوق سے امید کرتے ہیں کہ اب بارش ہو گی ایسا ہی جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے"۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان کا سلوک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھا اور آپ ہی کی برکت سے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ساتھ بھی اسی سے ملتا ہوا سلوک ہوا کرتا تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو دل کی کیفیت ہے اس کو صرف وہی دل جانتا ہے جس پر یہ گزرتی ہے کہ میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہو جاتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کہ "جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق اور سرور اللہ تعالیٰ پر توکل کا اس وقت مجھے حاصل ہوتا ہے میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا اور وہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو"۔

"ان دنوں میں جبکہ دنیوی مقدمات کی وجہ سے والد صاحب اور بھائی صاحب طرح طرح کے ہموم و غموم میں مبتلا رہتے تھے وہ بسا اوقات میری حالت دیکھ کر رشک کھاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ بڑا ہی خوش نصیب آدمی ہے اس کے نزدیک کوئی غم نہیں آتا"۔

(ملفوظات جلد اول طبع جدید صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷)

ایک دفعہ جب غم قریب آنے والا تھا اس وقت الہام ہوا تھا "اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ" وہ دن اور پھر وفات کے دن تک غم قریب نہیں آیا۔ (حضور ایدہ اللہ نے اپنی انگشت مبارک

میں پہنی ہوئی 'الیس اللہ بکاف عبدہ' والی انگوٹھی حاضرین کو دکھاتے ہوئے فرمایا، "یہ وہی انگوٹھی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو اس وقت میں نے پہنی ہوئی ہے ")۔

"یہ بھی یاد رکھو کہ مصیبت کے زخم کے لئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ سخت مشکلات اور مصائب میں بھی اندر ہی اندر تسلی اور اطمینان پاتا ہے"۔

(ملفوظات جلد چہارم، طبع جدید، صفحہ ۳۹۳،۳۹۲)

پھر فرماتے ہیں: "حق کے طالب کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس حقیقی ایمان کی تلاش میں لگا رہے اور اپنے تئیں یہ دھوکہ نہ دے کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا ہوں، قرآن شریف پڑھتا ہوں، شرک سے بیزار ہوں، نماز کا پابند ہوں اور ناجائز اور بد باتوں سے اجتناب کرتا ہوں۔ لیکن مرنے کے بعد کامل نجات اور سچی خوشحالی اور حقیقی سرور کا وہ شخص مالک ہوگا جس نے زندہ اور حقیقی نور اس دنیا میں حاصل کر لیا ہے جو انسان کے منہ کو اس کے تمام قوتوں اور طاقتوں اور ارادوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف پھیر دیتا ہے اور جس سے اِس سفلی زندگی پر ایک موت طاری ہو کر انسانی روح میں ایک سچی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ زندہ اور حقیقی نور کیا چیز ہے۔ وہی خدا داد طاقت ہے جس کا نام یقین اور معرفت تامّہ ہے۔ یہ وہی طاقت ہے جو اپنے زور آور ہاتھ سے ایک خوفناک اور تاریک گڑھے سے انسان کو باہر لاتی اور نہایت روشن اور پرامن فضا میں بٹھا دیتی ہے اور قبل اس کے کہ جو یہ روشنی حاصل ہو تمام اعمال صالحہ رسم اور عادت کے رنگ میں ہوتے ہیں"۔

بہت ہی فکر کی بات ہے سب کے لئے۔ یہ روشنی جب تک نصیب نہ ہو تمام اعمال صالحہ وہم سے ہی ہوا کرتے ہیں۔

"اور اس صورت میں ادنیٰ ادنیٰ ابتلاؤں کے وقت انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے بجز اس مرتبہ یقین کے خدا سے معاملہ صافی کس کا ہو سکتا ہے؟ جس کو یقین دیا گیا ہے وہ پانی کی طرح خدا کی طرف بہتا ہے اور ہوا کی طرح اس کی طرف جاتا ہے اور آگ کی طرح غیر کو جلا دیتا ہے اور مصائب میں زمین کی طرح ثابت قدمی دکھلاتا ہے۔ خدا کی معرفت دیوانہ بنا دیتی ہے مگر لوگوں کی نظر میں دیوانہ اور خدا کی نظر میں عقلمند اور فرزانہ۔ یہ شربت کیا ہی شیریں ہے کہ حلق سے اترتے ہی تمام بدن کو شیریں کر دیتا ہے۔ اور یہ دودھ کیا ہی لذیذ ہے کہ ایک دم میں تمام محنتوں سے فارغ اور لاپرواہ کر دیتا ہے۔ مگر ان دعاؤں سے حاصل ہوتا ہے جو جان کو ہتھیلی پر رکھ کر کی جاتی ہیں اور کسی دوسرے کے خون سے نہیں بلکہ اپنی سچی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ کیسا مشکل کام ہے۔ آہ صد آہ"۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۶،۲۴۵)

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کفارے کی تردید بھی موجود ہے کسی دوسرے کے خون سے نہیں اپنے خون سے یہ نجات ملا کرتی ہے۔

پھر فرماتے ہیں: "نجات کا سرچشمہ یقین سے شروع ہوتا ہے۔ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین دیا جائے کہ اس کا خدا درحقیقت موجود ہے۔ وہ مجرم اور سرکش کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور رجوع کرنے والے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہی یقین تمام گناہوں کا علاج ہے بجز اس کے دنیا میں نہ کوئی کفارہ ہے، نہ کوئی خون ہے جو گناہ سے بچاوے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہر ایک جگہ تمہیں یقین ہی ناکردنی باتوں سے روک دیتا ہے۔ تم آگ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے کہ وہ مجھے جلا دے گی۔ تم شیر کے آگے اپنے تئیں کھڑا نہیں کرتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے کھا لے گا۔ تم کوئی زہر نہیں کھاتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے ہلاک کر دے گی۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ بے شمار تجارب سے تم پر ثابت ہو چکا ہے کہ جس جگہ تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ فعل یا یہ حرکت بلاشبہ تمہیں ہلاکت تک پہنچائے گی تم فی الفور اس سے رک جاتے ہو اور پھر وہ گناہ تم سے سرزد نہیں ہوتا۔ پھر خدا تعالیٰ کے مقابل پر کیوں اس ثابت شدہ فلسفہ سے کام نہیں لیتے۔ کیا تجربہ نے اب تک گواہی نہیں دی کہ بجز یقین کے انسان گناہ سے رک نہیں سکتا۔ ایک بکری یقین کی حالت میں اس مرغزار میں چر نہیں سکتی جس میں شیر سامنے کھڑا ہو۔ پس جبکہ یقین لایعقل حیوانات پر بھی اثر ڈالتا ہے تو تم تو انسان ہو۔ اگر کسی دل میں خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہو تو یقین ضرور اسے گناہ سے بچا لے گا اور اگر وہ نہیں بچ سکا تو اسے یقین نہیں۔ کیا خدا پر یقین لانا اس یقین سے کمتر ہے جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ کاش میں کس دف کے ساتھ اس کی منادی کروں کہ گناہ سے چھڑانا یقین کا کام ہے۔ جھوٹی فقیری اور مشیخت سے توبہ کرانا یقین کا کام ہے۔ خدا کو دکھلانا یقین کا کام ہے"۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۳،۴۷۲ مطبوعہ لندن)

"وہ مذہب کچھ بھی نہیں اور گندہ ہے اور مردار ہے اور ناپاک ہے اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمے تک نہیں پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے اور وہ پر جو آسمان کی طرف اڑاتے ہیں وہ یقین ہی ہے۔ کوشش کرو کہ اس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے"۔

بہت ہی عارفانہ کلام ہے اور یہی وہ چیز ہے جسے لوگ بھول جاتے ہیں۔

"اس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے اور وہ مَرْکَبْ یقین ہے جو تمہیں خدا تک پہنچائے گا۔ کس قدر اس کی تیز رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سورج سے آتی ہے اور زمین پر پھیلتی ہے وہ بھی اس کی سرعتِ رفتار کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۴)

پھر فرماتے ہیں: "صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذاء اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں"۔

پھر فرماتے ہیں:

"اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا؟۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟، کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہونگے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ، وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اُس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اُس کا جلال چمکے اور اُس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ مَن
آں منم کاندر میانِ خاک و خون بینی سرے

(انوار الاسلام، روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳)

میں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے روز تم میری پیٹھ دیکھ سکو۔ میں وہ ہوں کہ خاک و خون میں لتھڑا ہوا میرا سر دیکھ سکتے ہو مگر پیٹھ نہیں دیکھ سکو گے۔

یہ اقتباسات تھے جس میں کامل توکّل کا مضمون بہترین رنگ میں بیان ہوا ہے۔ اس سے بہتر کوئی الفاظ اس مضمون پر روشنی نہیں ڈال سکتے۔ اور وہی لوگ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کو پہچانتے اور اس کی قدر رکھتے ہیں وہی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔